

شیعوں کے اعتراض

حدیث قرطاس

کے

جوابات

(از قلم)

حضرت علامہ

مولانا حافظ محمد فیض احمد اویسی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی روڈ بہاولپور

بِسْمِ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

پیش لفظ

حضرت علامہ اویسی صاحب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ چند اشخاص حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنے لگے علامہ اویسی صاحب نے فرمایا کہ اس مجلس میں صرف ایک مسئلہ کی اعتراضات بیان کیجئے اور اپنے میں کسی صاحب کو سوالات کے لئے منتخب فرمائیں۔ ان میں ایک صاحب نے سوالات ذیل کئے اس کے جوابات علامہ اویسی صاحب بیان فرمائیے جنہیں ہم نے کتابچہ کی صورت میں جمع کر کے ناظرین کے پیش کر رہے ہیں

مسوال :- پیغمبر علیہ السلام جناب علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت تحریر فرمانا چاہتے تھے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کاغذ قلم و روایت طلب فرمائی تو انہوں نے نہ دی بلکہ یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایاں کہتا ہے۔ اور میں اللہ کی کتاب کافی ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی غلطی کی۔

(جواب :-) جھوٹوں پر خدا کی لعنت آپ کی پہلی بسم اللہ ہی غلط بلکہ کتب اہل اسلام میں الٹا یہ موجود ہے کہ پیغمبر علیہ السلام اپنی مرضی سے میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تحریر فرما گئے تھے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۵ پر واضح الفاظ میں موجود ہے۔

نیز ان لعن کرنے سے اتنا پتہ چل گیا کہ خم غدیر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر نہیں ہوئے تھے۔ اور عید غدیر مناکر شیعہ لوگ خواہ مخواہ بدنام ہو رہے ہیں آپ کا یہ دعویٰ پیغمبر علیہ السلام نے کیا؟ قلم دوات حضرت عمر سے طلب فرمائی تو یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ آپ نے جمیع حاضرین سے کہ جن میں علی عباس اور گھر کی عورتیں وغیرہ بھی شامل ہیں کاغذ قلم دوات طلب فرمایا۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد ۲۲۹ پر موجود ہے۔ فقال ایتنونی بکثف اکتب لکم کتابا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثف لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم راہ حق کو نہ گم کرو۔ غور فرماتے حدیث میں ایتنونی صیغہ جمع مذکر فاعل طلب بول کر پیغمبر علیہ السلام جمیع حاضرین سے کثف طلب فرما رہے ہیں۔ فقط حضرت عمر سے اور ان سے طلب ہی کیوں فرماتے جب کہ وہ ان کا گھر ہی نہ تھا کہ جس میں قلم دوات طلب کی گئی۔ بلکہ حضرت عائشہ کا حجرہ تھا جیسا کہ بخاری شریف ص ۲۸۷ ج ۱ پر ہے اور پھر اگر قریب تھا تو حضرت علی کا گھر لہذا اگر خاص طور پر طلب فرماتے تو ان سے کہ جن کا گھر بچہ تھا بہر حال نقل و عقل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیغمبر علیہ السلام نے قلم دوات طلب نہیں فرمائی۔

۴۔ آپ اس کا کیا جواب دیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن زندہ

۱۔ تمام شیعہ متفق ہیں کہ حضرت عمر کا گھر مدینہ شریف کے شہر کے آخری کونہ پر تھا۔ (ادبی غفر)

(دینی زندگی) رہے اور حضرت علی باوجود قریب البیت ہونے کے بھی ان کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور بقول شیوخ خلافت بھی انہیں کی تحریر ہوتی تھی اور اہل حکم رسول بھی تھا۔ لہذا اگر باقی سب صحابہ مخالفت تھے تو ان پر لازم تھا کہ چھپے یا ظاہر ضرور لکھوا لیتے تاکہ یوم القیۃ ہی تحریر پیش کر کے خلیفہ بلا فصل بن جاتے مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یا تو تحریر ہی سرے سے ضروری نہ تھی بلکہ ایک امتحان پر یہ تھا کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ ورنہ آپ پر کتمان حق اور وحی کا الزام عائد ہوگا۔

مالئکہ جماعت انبیاء اس سے بالاتر ہے۔

(۳) اگر یہ ضروری تحریر تھی یا وحی الہی تھا اور کاغذ دوات نہ لاتے والا تھا خواہ ہی مجرم ہوتا۔ تو اس جرم کے مرتکب حضرت عمر کے بجائے البیت کی ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر وقت گھر میں رہتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بآہن گھر باقی صحابہ کی نسبت قریب تھا اور اگر وہ مجرم نہیں تھے بھی مجرم نہیں تھے انہیں کا یہ کہنا کہ حضرت عمر سے کاغذ اور دوات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمائی باطل ہوگا۔

(سوال) حضرت عمرؓ نے العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مذیان کی نسبت بذیان

(جواب) یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے۔ بلکہ بخاری شریف ص ۴۹۹ پر یوں موجود ہے فقالوا مالہما اھجرا استفھموا یعنی حاضرین نے کہا کہ حضور کا کیا حال ہے کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ

سے دریافت تو کر لو۔ اور عبارت میں قال بصیغہ جمع نہ کہ غائب موجود ہے
 پہنچا پہلی جہالت تو شیعوں کی یہ ہوئی کہ صیغہ جمع سے ایک شخص واحد حضرت
 عمرؓ مراد لے لیا۔ دوسری جہالت یہ کہ پھر ان کا معنی برخلاف عربیت بلکہ برخلاف
 صباق و سیاق ہدیان نکھارا حالانکہ ہجر معنی ہدیان کیا جانے تو آگے تسننہوہ
 کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کیونکہ شیعوں کے ماسویٰ کوئی عقلمند بھی نہیں ملے گا
 کہ پہلے کسی کو مضبوط الٹا اور مخبون سمجھ لے اور پھر اس سے اس کے بظان
 کا مطلب پوچھنے لگے۔ بہر حال صیغہ استفہومہ شبہا دیا کہ ابج کے معنی وہی وہی دیا

سے جدا ہونے کا ہی ہے نہ کچھ اور۔
 (۲) اگر ہجر بمعنی ہدیان بھی تسلیم کر دیا جائے تو بھی مفید نہیں کیونکہ ہجر
 میں ہمزہ استفہام انکاری موجود ہے کہ جس سے نفی ہدیان مفہوم بدرہی ہے
 معنی یہ ہوگا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ہدیان فرما رہے ہیں۔ نہیں ہرگز
 نہیں بلکہ ہوش سے فرما رہے ہیں ذرا دریافت تو کر لو بہر کیف حضرت عمرؓ تو بڑے
 اسی اس مقولہ کے قائل نہ تھے باقی رہے قائلین تو چونکہ ہجر بمعنی ہدیان ثابت نہیں
 ہوا اگر ہوا تو یہ ہمزہ استفہام منفی ہو گیا۔ لہذا وہ بھی اس سے بری ہو گئے اگر
 مولائی بات ہے تو پھر حضرت عمرؓ نے حسبنا کتاب اللہ کیوں کہا۔

جواب۔ اول تو اکثر روایات میں حضرت عمرؓ کا یہ قول ہی نہیں شمار ہوا۔
 (۲) حضرت عمرؓ نے جب یہ خیال فرمایا کہ اللہ کا دین اور قرآن مکمل ہو چکا ہے کہ
 جس پر الیوم اکملت لکم دینکم شاہد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بطور
 وحی الہی اور وجوب نہیں بلکہ بطور مشورہ ہے تو آپؐ نے بطور محبت اور مشورہ عرض

عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ آپ تحریر قرطاس کی تکلیف نہ فرمائیں بلکہ کتاب اللہ کو
 ہمارے لئے کافی سمجھیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے
 موافقت ظاہر فرمائی اور تحریر قرطاس پر زور دینے والوں کو ڈانٹ دیا چنانچہ
 بخاری شریف ج ۱ ص ۱ پر ہے ذرونی الذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الی
 تحمیدہ القوطاس اور اگر قرآن کو کامل محسوس کتاب جاننا ہی جرم ہے تو اللہ تعالیٰ
 کے اس ارشاد گرامی کا کیا مطلب ہوگا ۱۰ اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً نیز حضرت
 علیؓ نے فرمایا نہج الباعثہ مصری ج ۱ ص ۲۶ پر ہے واللہ واللہ فی القرآن نیز
 کتاب مذکور ص ۳۲ پر ہے فاوصیک بالاعتصام بحیابہ اور ص ۳۲ پر ہے
 ومن اتخذ قول اللہ دلیلاً ہدٰی دیکھیے حضرت علیؓ نے بھی ہدایت کیلئے قرآن کو
 کافی قرار دیا۔ لہٰذا ان کے قول سے اگر انکار باسنہ لازم نہیں آئیگا تو حضرت عمرؓ
 کے حق میں کیونکر منہج مخالف دیا جاسکے گا مگر رہنمائے نبیؐ و رہنمائے مصلحت
 مشورہ دینا رسول اللہؐ کی نافرمانی ہے تو حضرت علیؓ حسب روایت مذہب شیعہ
 یقیناً منکر رسول ہیں۔ چنانچہ جنگ حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا اصح یا علیؓ اے علیؓ مگر حضرت علیؓ نے پیغمبر علیہ السلام کو صفات
 جواب دیا کہ میں اسے ہرگز نہیں ٹاؤنگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
 ہاتھ مبارک سے اسے ٹسایا اگر اس قسمی ہنرت علیؓ کو نافرمانی نہیں کہا جاسکتا تو حضرت عمرؓ
 کو بھی کہا جاسکتا کیونکہ رہنمائے مصلحت و حکمت حضرت علیؓ نے حکم نبویؐ کی خلاف ورزی کی ہے تو حضرت عمرؓ
 کو بھی کہا جاسکتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں نہ حضرت علیؓ نے خلاف ورزی کی ہے نہ حضرت عمرؓ نے بلکہ
 وہی نبی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے مگر قبیل بغیر کتاب القوطاس فی ید امیر المؤمنین سے

فضائل عمر از لسان حیدر رضی اللہ عنہ

تتمہ شیعہ صاحبان خواص خواہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کی کتالوں میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ بھی ملاطفت ہو جب خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا کہ نواحی اسلام کو غلبہ دین سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں موت فتح دی جب انکی تعداد نہایت قلیل تھی اور کس طرح فتح نہیں پا سکتے تھے انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا جا جب کس طرح روکے نہیں جاسکتے اور وہ خداوند عالم ہی لا یحوت اب اگر تو خود دشمن کی طرح کوچ کرے اور کلیف اٹھائے تو پھر یہ سمجھے کہ مسلمانوں کو انکے اقتضائے بلا و تکس پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جسکی طرف رجوع کوں لہذا تو دشمن کی طرح اس شخص کو بھیج جو کاناز مودہ ہوا سکے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کرو جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سطر کی نصیحت کو قبول کوں اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے یگانہ تو وہ چیز ہے جسے تو درست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہر میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے (نیز نگ فصاحت ص ۱۹)

ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتب نیز نگ فصاحت

سے لیا ہے تاکہ انکو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں دست اندازی کی گئی ہے حضرت علی المرتضیٰ
 کے اس حکم سے سب ذیلی امور ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) حضرت عمر کو حضرت علی المرتضیٰ
 پر پورا اعتماد تھا۔ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا اور نہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص
 اپنے دشمن سے اس طرح کا مشورہ ہرگز نہیں لیا کرتا۔ (۲) حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت
 عمر کو مسلمانوں کا علما و علما سمجھے تھے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر کو یہ مشورہ نہ دیا کہ
 اس مہم میں بذاتِ خود مگر کارزار میں جائیں۔ اگر خدا نخواستہ یا بھی کدورت ہوتی
 تو یہ مشورہ نہ دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں۔ بلکہ ان کو تو یہ خواہش چاہیے
 تھی کہ یہ خود وہاں جائیں لڑکا کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو اس بات سے
 ظاہر ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صادق الوداد و دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے
 اس لئے ان کو تسلی دی کہ ایز و متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حامی و ناصر ہے
 جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی اور اب تو بفضلِ خدا
 مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے پھر اسکی تائید و نصرت پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے
 جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے یار لوگوں کی اس کھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے
 کہ مسلمان بعد وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین چار ہی رہ گئے یہیں۔ ایسا
 ہوتا آپ یوں فرماتے پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی اب گنتی کے چند آدمی گئے
 ہیں ان کو اس مہم پر بھیجو تو فوج ہوگی ورنہ شکست

تمت باخیر